محراب گردی

(اولین سالِ اشاعت 1933)

خاوند بخش

یوسف عزیز مگسی چیئر
یونیورسٹی آف بلوچستان
کوئٹہ

ڈائریکٹر کا نوٹ

کتنا عرصہ لگا بلوچستان کو ''محراب گردی'' نامی دستاویز کے حصول میں !۔ لکھنے والا تو 1933 میں اُسے لکھ اور چھاپ چکا تھا، مگر اِس کی دوبارہ اشاعت اور محققین کے لیے دستیابی آج 2017 تک ممکن نہ رہی تھی۔ میر عبدالرحمٰن کی تحریک بے جرأت ہوتی گئی اور اُس کی آل اولاد گمنامیوں، پروطنیوں کو چُنتی رہی۔ یوں ''محراب گردی'' نے نہ ملنا تھا نہ ملی۔

ابھی 2017 میں محترم عزیز بگٹی نے ''بگٹی قبیلہ'' نامی اپنی کتاب میں اُسے شامل کردیا (فکشن ہاؤس لاہور)۔ بگٹی صاحب نے ہمیں اپنی یہ کتاب دی تو ہم نے اصل پمفلٹ کا بھی مطالبہ کردیا۔ شریف آدمی نے اپنی خراب صحت کے باوجود اصل ''محراب گردی'' کی فوٹو کاپی بھی مہیا کردی۔ یوں ہمیں ''شمس گردی'' کی تقریباً تقریباً ہم پلہ اہمیت والی، اور اُس کی ہم عصر دستاویز میسر آئی۔

ہم سب کی غلط فہمی تھی کہ ''محراب گردی'' عبدالرحمٰن بگٹی کی تصنیف ہے اور جس میں اس کی اپنی سرگزشت ہی ہوگی۔ مگر حقیقت میں اُس نے اِس پمفلٹ پر مصنف کا نام خاوند بخش لکھا

محراب گردی

۔خاوند بخش عبدالرحمٰن کے والد کے کزن کا نام تھا۔

آرکائیوز کی حیثیت کی حامل اِس دستاویز کو جوں کا توں دیا جا رہا ہے۔ تاکہ ریسرچر اس سے اپنے تجزیات میں استفادہ حاصل کریں۔

2

ڈاکٹر شاہ محمد مری
ڈائریکٹر
یوسف مگسی چیئر
یونیورسٹی بلوچستان کوئٹہ

محراب گردی

محراب گردی

4

ایک زمانہ تھا کہ بلوچستان میں ہمارے نواب صاحب نواب محراب خان بگٹی کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ وہ اپنی ظاہری شان وشوکت اور غیر معمولی عقل وہوشیاری سے آسمانِ بلوچستان پر ماہ چہار دہم بن کر بلوچستان کے سارے ستاروں کو ماند کر چکے تھے۔ ان کی دولت فراوان تھی ہی۔ ان کو اپنے خاندان کے بھی نہایت ہی وجیہ خوبصورت، باہمت اور متعدد افراد ملے ہوئے تھے۔ ان کی اچھی اور بری آواز پر یکساں طور پر بگٹی قوم صاد کہتی تھی اور ساری بگٹی قوم کی طرف سے فقط جنابِ ممدوح کی آواز سنی جاتی تھی۔ چونکہ کوئی دوسری آواز ہی ان کے مقابلے میں نہیں تھی۔ اس لیے بگٹی قوم کے متعلق ان کے ہر راست ودروغ اظہار کو بیرونی دنیا میں وحیِ آسمانی خیال کیا جاتا تھا۔ ان کی کامیاب سیاسی جوڑ توڑ سے بلوچستان کے ''ای اے سی'' لرزہ براندام رہتے۔ اور ممدوح کو ''ای۔ اے۔ سی'' میکر کہا کرتے تھے۔ اور نتیجتاً اپنی ترقی کے لیے نواب صاحب بہادر کی خوشنودیِ مزاج کو ضروری خیال کرتے ہوئے ان کے ہر جائز وناجائز خدمت کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ اگر کبھی نواب صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ سبی کے ماتھے پر اپنے کسی کام کے لیے شکن پاتے تو فوراً اے۔ جی۔ جی کے پاس پہنچ کر پولیٹیکل ایجنٹ پر وہ تڑاخ پڑاخ شروع کروا دیتے کہ ان کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔

اپنی دولت کی فراوانی کے باوجود وہ یہ پالیسی رکھتے تھے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو غیر معمولی طور پر مفلس اور قلاش ظاہر کرتے تھے۔ اور سرکار دولت مدار سے کسی نہ کسی طریق پر اپنی تنخواہ کے علاوہ قحط سالی کا بہانہ کر کے ہر سال کچھ نہ کچھ لے لیتے ہیں یا ایک سال تقاوی لے کر دوسرے سال معاف کروا لیتے اور اس طرح سرکار کو لوٹنے کی پالیسی میں بھی کامیاب تھا۔ یہ ایک ایسی حالت تھی کہ ہمارے نواب صاحب بہادر بگٹی جتنا بھی شکرِ خداوندی بجالائے کم تھا۔ اور اپنی اس غیر معمولی کامیابی کو فضلِ ایزدی سمجھ کر کسی اچھے کام کی طرف مائل ہوجاتے تھے۔ اور اگر خوش قسمتی سے بلوچ قوم کی ترقی کو اپنا شعار بنا لیتے تو نہ معلوم آج بدبخت بلوچستان کی حالت کیا سے کیا ہوتی اور ہم نامراد بگٹی قوم تو یقیناً ساری ساری منزلیں طے کر کے ختم کر چکے ہوتے اور نواب صاحب کی اس کامیابی پر ہم کو بھی شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔ بشرطیکہ اس کامیابی کے ثمرات سے ہم کو حصہ ملنا تو بجائے خود، انہی کامیابیوں سے سرشار ہو کر ہمارا گلہ نہ گھونٹتے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ نواب صاحب نے بجائے اچھا راستہ اختیار کرنے کے، اور بلوچ قوم کے ترقی کے وسائل سوچنے کے، بلوچ قوم کو ابدالاباد تک جہالت کی تاریکی میں رکھ کر اپنے لیے میدان صاف رکھنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور ساری بگٹی قوم کی دولت کو لوٹ کر اپنے ایک ہی گھر میں جمع کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اپنے نزدیکی عزیزوں کے یعنی ہماری آبائی جائیدادوں پر دست درازی شروع کر دی اور ہمسایہ بلوچ اقوام مری، جھکرانی، ڈومکی، کھوسہ وغیرہ کو ہر طرح سے تنگ کیا۔ مزاری اور گورچانی اقوام سے پشتنی دوستی کو پس پشت ڈال کر طرح مصاف ڈالی اور بقول اپنے فرزند بگٹی قوم کی سب ظاہری چیزوں پر ہاتھ صاف کر کے بھی سیر نہ ہوئے۔ (ایک فقرہ پڑھنے میں نہیں آتا۔ ۔ شاہ محمد)

اگر چہ یہ حالتیں بھی ناقابلِ برداشت تھیں۔ مگر بدقسمتی سے ہم بلوچ لوگ غیر معمولی طور پر سردار پرست واقع ہوئے۔ اسی روایتی سردار پرستی کی وجہ سے ہم خاندانی افراد و بگٹی قوم نے بے غیرتی کو اپنا شعار بنا کر، ہمسایہ اقوام سے طعنہ سن کر بھی انہی مصائب کو سہارا بنا لیا۔ اور اگر یہاں تک ممدوح اپنے آپ کو محدود رکھتے تو خیر تھی اور اندرونی بے چینی چھوٹ کر باہر نہ نکلتی۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر چہ بگٹی قوم کو اپنے روایتی سردار پرستی کی وجہ سے اپنی مظلومی کے مظاہرہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا

اوران مظالم کو برداشت کر کے سہار چکے تھے۔مگر غیرتِ خداوندی کو ان مظالم کا قیام و بقا منظور نہیں تھا اس لیے جناب نواب صاحب کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔

مظالم میں روز بروز زیادتی ہوتی گئی۔اوران کا ظلم جنون کی حد تک پہنچ گیا اور مال، دولت کے سمیٹنے کے بعد مال والوں کے قطعی خاتمہ کرنے کا خیال نواب صاحب کو پیدا ہوا۔اور اپنی طاقت کے زعم باطل میں ہم سب کو مسل کر رکھ دینے میں انہوں نے کوئی رکاوٹ و دقت نہیں پائی۔ چونکہ خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے اس لیے ممدوح نے سب سے پہلے اپنے عزیزوں کو تاکا اور اس میں سے دس آدمیوں کو پکڑ کر اپنے جہنمی جیل میں ڈال دیا جس میں ممدوح کا چچازاد بھائی سردار نور محمد خان اور میرے اسّی سالہ والد جو نواب صاحب کے چچا بھی ہیں، شامل تھے۔اور نیز میر ہامراہی خان جن کی عمر اسی سال اور نواب صاحب کے والد صاحب سر شہباز خان مرحوم کے چچا بھی تھے باقی بھی سب اسی خاندان کے افراد تھے۔اور جب جیل میں نواب صاحب نے ان مظلوموں پر ایسی سختیاں شروع کر دیں جن سختیوں سے یہ معلوم ہونے لگا کہ نواب صاحب ان کا خاتمہ چاہتے ہیں تو نواب صاحب کے ان ارادوں کو دیکھتے ہوئے ان کے برخلاف فریاد کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا۔نواب صاحب کے مظالم کے خلاف جب فریاد شروع ہوئی تو یہ ایک بہترین موقعہ تھا کہ جناب نواب صاحب بہادر فی الفور حالت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے رویہ کی اصلاح فرماتے اور بجائے ظلم وتشدد کے تسخیر و تالیف قلوب کی پالیسی پر عمل کر کے آئندہ کے واسطے شورش فتنہ فساد کا دروازہ بند کر دیتے۔مگر انہوں نے اپنے طاقت کے گھمنڈ میں مست ہاتھی کی طرح غصہ سے بے قابو ہو کر اپنے مخالفین کو زیادہ روندنا اور کچلنا شروع کر دیا۔اور اسی نہب و سلب میں بہت سے بے گناہوں کو بھی دہر گرا۔ پہلا وار تو اپنے فرزند اور، ہم خاندانی افراد پر ہوا۔اور ہم کو شرارتی، فسادی، فتنہ انگیز ظاہر کیا گیا۔مگر خداوند کریم کو اپنے فضل و کرم سے ہم بے گناؤں کی مظلومی و معصومی ظاہر کرنا منظور تھی کہ نواب صاحب کے ظالمانہ ترکتازیوں سے مجبور ہو کر کیازیوں اور سیدانیوں نے بھی (بگٹی قوم کے دو بڑے قبیلے ہیں) علم مخالفت بلند کر کے اپنی فریاد بحضور حکام پیش کی۔اس موقعہ پر تو مناسب یہ تھا کہ سیدانڑیں وکیازئی کی اس مظلومیت کو دیکھتے ہوئے ہماری مظلومیت کی بھی

تصدیق کی جاتی اور ہم کو مظلوم کیا جاتا۔مگر عقل و مشاہدہ کے برخلاف قیاس و حواس کو معطل کر کے، نواب صاحب کے ایماء و خاطر سے حکامِ وقت نے سیدانی و کیازئی کی اس فریاد کو بھی ہماری ہی شرارتوں کا نتیجہ خیال کیا۔خیر اس مطالعہ سے خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ یہ نواب صاحب کے اپنے اعمال بد و مظالم کا نتیجہ تھا یا ہمارے شرارتوں کا۔

ڈیڑھ سال تک ہمارے مظلوم و بے گناہ بھائی نواب صاحب کے جہنمی جیل میں پڑے سڑتے رہے اور اسی ڈیڑھ سال تک نواب صاحب بہادر نے ان مظلوموں کو جس عذاب میں مبتلا رکھا اس کی نظیر یقیناً تواریخ کے صفحات پر نہیں ملتی۔اس کی تشریح سے قلم یک قلم عاجز ہے۔اور ناظرین کو اس کا تصور کرانا بھی مشکل ہے۔اور اس امر کا ثبوت (کہ دو سال تک اپنے انہی بدبخت رشتہ داروں کو نواب صاحب نے بغیر کسی جرم و تحقیقات کے اپنے جہنمی جیل میں رکھا) یہ ہے کہ ہم عالی جناب لاٹ صاحب بہادر بلوچستان کے ایک فیصلہ 19 ستمبر 1932 سے حسب ذیل حوالہ پیش کرتے ہیں:

ڈیڑھ سال کے بعد جبکہ نواب صاحب کے انتقامانہ کاروائی کا نتیجہ ہم بدبخت مظلوموں کی موت اور خاتمہ کی صورت میں ظاہر ہونے والا تھا تو غیرتِ خداوندی جوش میں آ گئی اور خداوند جل واعلیٰ شانہ نے اپنی غریب نوازی کے صدقے وہ اسباب پیدا کیے جو ہم بدبختوں کے موت کو زندگی سے بدل دیا۔وہ یہ کہ جب 1926 میں نواب صاحب نے اپنے معتوب بارگاہ فرزند ولی عہد کے برخلاف چھوٹے الزامات لگا کر ان کے برخلاف اپنے نام نہاد قومی جرگے کے ذریعے ایک فیصلہ لکھا کر حکام وقت سے منظور کرا لیا اور سیدانی اور کیازئی فریادیوں کے برخلاف بھی ایسا فیصلہ (جس میں الٹا سیدانی فریادیوں کو محض فریاد کرنے کے جرم میں دس دس برس جیل کی سزا دی گئی تھی) لکھا کر منظور کرا لیا اور ہمارے بدبختوں کو (جو نواب صاحب کے جہنمی جیل ڈیرہ بگٹی میں سڑ رہے تھے) نواب صاحب کے رحم پر چھوڑا گیا تھا۔نواب صاحب کی جس خوبی سے حکامِ وقت نے متاثر ہو کر نواب صاحب کے ساتھ یہ غیر معمولی مہربانی کی اور اپنے سر بہت بڑی ذمہ داری لے لی اور اس لیے حکام

ِوقت کو جائز طور پر یہ توقع تھی کہ نواب صاحب اس خوبی کو جاری رکھیں گے مگر نواب صاحب اپنا کام نکال چکے تھے۔ان کو معاملات کے مزید بگڑ جانے کا کوئی خیال نہیں تھا۔لہذا جناب نے آنکھیں پھیر لیں۔مطلب نکل جانے کے بعد وہی پرانی تمرد اختیار کر لی۔

حکام اپنی مہربانیوں کا یہ صلہ دیکھ کر نواب صاحب پر دانت پیس رہے تھے کہ انہیں قیدیانِ ناحق میں سے سردار نور محمد خان کو ایک کپڑے کے ٹکڑے پر اپنی مظلومیت کی دردناک کہانی لکھ کر کسی دوست کے ذریعے حکام وقت کی خدمت میں بھیجنے کی کامیابی ہوئی جس کا ذکر اے۔جی۔جی۔ کے فیصلے میں موجود ہے جو اوپر نقل ہوا ہے۔

جب یہ رپورٹ حکام وقت کی خدمت میں پہنچی تو اس وقت حکامِ وقت نواب صاحب کی ناشکر گزاریوں سے جلے بھنے اور ادھار کھا کر بیٹھے تھے۔اس لیے یکدم اس پر ایکشن لیا گیا۔حالانکہ حکام وقت ہمارے مظلوموں کی حالت سے پہلے بھی باخبر تھے مگر پنبہ بگوش۔اس رپورٹ کے پہونچنے پر ایک لیویز رسالدار کو ڈیرہ بگٹی میں بھجوا کر اور اڑتالیس گھنٹہ کا نوٹس دے کر انہی مظلوموں کو ڈیرہ بگٹی سے کوئٹہ منگوایا گیا۔اور یہی ہم بدبختوں کی زندگی کا سبب بنا۔

جب ان مظلوموں کو کوئٹہ لایا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی قبر سے مردے نکال کر لائے گئے ہیں۔مظلوموں کو جناب نواب صاحب اپنے وحشیانہ جذبات کی تسکین کے لیے اپنے جہنمی جیل میں روزانہ سزائے بید بھی دیا کرتے تھے جس سے ان کی بدن کی کھال اڑ اڑ گئی۔اور اس کے متعلق ان کے بدن کا ڈاکٹری معائنہ کروا کر ایک ڈاکٹر کا سرٹیفیکیٹ شاملِ مثل کرایا گیا جو ان کی مظلومیت اور نواب صاحب کی بہیمیت کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے۔جس کا حوالہ اے۔جی۔جی۔ کے فیصلے میں موجود ہے۔

چونکہ مظلوموں کو ان کی خواہش پر ڈیرہ بگٹی سے بلایا گیا تھا اور ان کی مظلومیت کے واسطے بھی نامتناہی ثبوت ملا تو اس صورت میں چاہیے تو یہ تھا کہ ان کو رہا کیا جاتا اور ان پر نازل شدہ مظالم کا معاوضہ ان کو دلایا جاتا اور ایسے وحشی وظالم نواب کو ایسے مظالم کی سزا دی جاتی مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔کیوں؟۔بہت ہی دردناک قصہ ہے۔

نتیجہ یہ کہ نواب صاحب نے حکام بلوچستان کے کڑے تیور اور ترچھی چتوں کی تاب نہ لا کر پھر وہی خاکسارانہ اور خدمت گزارانہ روش اختیار کی اور حکام نے فلک شگاف اعتراض واحتجاج کے باوجود بھی ہم بدبخت مظلوموں کے فیصلے کو پھر نواب صاحب کے نام نہاد بگٹی جرگہ کے سپرد کیا۔بگٹی جرگے نے وہی کیا جس کی اس سے توقع تھی یعنی الٹا ہم بدبختوں میں سے چھ کام کے آدمیوں کو سات سات اور تین تین سال قید کی سزا دی اور حکام نے بھی منظور کرلیا اور اپنے انصاف پسندی کا ثبوت دیا۔اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

البتہ حکام نے ہماری بھی اشک شوئی کی کوشش کی کہ نواب صاحب کی مقرر کی ہوئی سزا نصف معاف کر دیا اور سردار نور محمد خان وغیرہ سزا بھگتنے کے لیے جیل میں گئے۔میرے معمر والد اور سردار دھامراہی خان بمعہ دو چار آدمیوں کے واپس ڈیرہ بگٹی کیے گئے۔سردار دہامراہی خان جو نواب صاحب کے جیل کی تکلیف سے قریب المرگ تھا ڈیرہ بگٹی واپس پہنچ کر فوت ہو گیا اور باقی لوگ نواب صاحب کی سختیوں کو جھیلنے کے لیے باقی رہے۔

اس عرصہ میں ہمارے سندھ وکوہستان کی جائدادیں بھی نواب صاحب کے قبضے میں رہیں اور ہمارے عیال واطفال کو بھی اپنے قدیمی مسکن سے نکال کر بے عزت کرنے کے لیے اپنے شہر ڈیرہ بگٹی کے نزدیک تر بٹھا دیا اور ان پر نامحرموں کا پہرہ بٹھا دیا وغیرہ۔تین سال کے بعد جب ہمارے قید شدہ بھائی بندِ ناحق سے رہا ہوئے تو انہوں نے اپنے بال بچوں،عیال واطفال کو ڈیرہ بگٹی سے منگوائے جانے کے لیے حکام کو متوجہ کرنا اور پیہم درخواستیں بھیجنا وپیش کرنا شروع کیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نواب صاحب نے ہمارے بال بچوں کا ایک حصہ منتخب کر کے روک لیا اور ایک حصہ کو ہمارے پاس بھجوا کر، ہم کو بمعہ بال بچوں کے گنداواہ میں نظر بند کروا دیا۔اور نظر بندی بھی بے آب ودانہ۔نواب صاحب کی یہ کاروائی زیادہ اشتعال انگیز تھی کہ عیال کا ایک حصہ بھیج دیا اور ایک حصہ روک لیا۔اس کاروائی پر جو درخواست سردار نور محمد خان مرحوم نے حکامِ وقت کی خدمت میں پیش کی ہے۔وہ قابل دید ہے۔

اُس درخواست کے مطالعہ کے بعد واضح ہوگا کہ کتنے واضح اور مدلل طریقہ پر نواب

صاحب کے مظالم کو بیان کیا گیا اور کیسی عاجزی وزاری سے آئندہ کے لیے نواب صاحب کے مظالم سے اپنے آپ کو اور اپنی بیوی بچوں کو چھڑانے کی خواہش کی گئی اور نواب صاحب کے سابقہ انسانیت سوز مظالم کے واسطے حکام سے کوئی معاوضہ وتلافی کی کوئی خواہش نہیں کی گئی۔صرف آئندہ کے واسطے اپنی خلاصی کا مطالبہ کیا گیا اور اپنی پسماندہ بیوی بچوں کے بازیافت کا مطالبہ کیا گیا اور بس۔ اور جرمانوں کی معافی کی خواہش ظاہر کی گئی وغیرہ۔ جرمانے تو معاف نہیں ہوئے اور بھیک مانگ کر ادا کیے گئے اور ایسے واضح اور روشن دلائل کے باوجود عیال وغیرہ بھی نواب صاحب سے منگوا کر نہیں دیے گئے اور اس سلسلے میں عیالوں کی واپسی کے واسطے مسلسل تین سال تک درخواست پر درخواستیں بھجوائی گئیں اور حکام کو آگاہ کیا گیا کہ ہمارے بیوی بچوں کو اپنے دشمن (جس کا کیریکٹر بھی خراب ہے) کے قبضہ میں دیکھا نہیں جاسکتا اور یہ امر برداشت نہیں کیا جاسکتا اور اس کا نتیجہ سوائے خونریزی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔اس امر کا ثبوت کہ ہم نے تین سال تک اپنی بیوی بچے طلب کیے اور ہم کو نہیں ملے،اے۔جی۔کے فیصلے سے ظاہر ہے۔جس کا نقل حسب ذیل ہے:

During 1929, 1930 and 1931 repeated petitions were submited by the exiles, stating that their families were under detention in Dera Bugti , and asking that be restored to them, but orders sent to the Tumandar directing him to restore the families were disregarded.

لیکن افسوس صد افسوس کہ حکام کے کان پہ جوں تک نہیں رینگی اور تین سال کی مسلسل درخواستوں کے بعد جناب پولیٹیکل ایجنٹ سبی کی طرف سے ایک منصفانہ جواب موصول ہوا جو نوشیروان عادل کی روایات کو ماند کرنے والا ہے۔جو حسب ذیل اور قابلِ ملاحظہ ہے:

”نقل مطابق اصل

بہ اجلاس جناب کپتان ایچ۔ایم۔پولٹن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ سبی بمقام کیمپ ہرنائی

12.4.31

میر نور محمد خان راہیجہ بگٹی حفظہ

آپ کی متواتر درخواستہائے بدیں مضمون ہمارے پاس ونیز حکام بالا کی خدمت میں موصول ہورہی ہیں کہ آپ کے عیال واطفال کو جو اِس وقت ڈیرہ بگٹی میں ہیں آپ کے پاس بھجوایا جائے۔مگر اندریں بارہ نواب صاحب بگٹی کا خیال ہے کہ بموجب رواجِ ملک آپ کے عیال واطفال اس وقت تک آپ کے حوالے نہیں کیے جاسکتے جب تک کہ آپ کے مقدمے کا فیصلہ نہ ہوجائے۔اور مقدمہ کا فیصلہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک آپ بگٹی جرگے کے روبرو پیش نہ ہوں۔براں نگارش ہے کہ مطلع رہیں اور اگر آپ کو مقدمہ کا فیصلہ اور عیالِ خود کی جلدی واپسی مطلوب ہوتو آپ جہاں تک ہوسکے جلد فیصلہ مقدمہ کے واسطے بگٹی جرگہ کے روبرو حاضر ہونے کا بندوبست کریں۔جب تک کہ مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو ہم افسوس کرتے ہیں کہ ہم نواب صاحب بگٹی پر ایسی امر کے لیے زور نہیں دے سکتے کہ وہ جلدی آپ کے بال بچوں کو آپ کے پاس جانے کی اجازت دے دیں“۔

اس جواب سے سردار نور محمد خان مایوس ہوکر اپنے عیال واطفال کے لیے قسمت آزمائی کرتے ہوئے ایک لاری کرایہ پر لے کر ڈیرہ بگٹی روانہ ہوئے۔اگرچہ سردار موصوف اِس مجبوری اقدام کے نتیجہ سے واقف تھے مگر بحیثیت ایک غیور بلوچ کے ان کے لیے کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا اور ڈیرہ بگٹی پہنچ کر اپنے عیال واطفال کو لاری پر سوار کر کے جب ڈیرہ بگٹی سے 35یا40 میل نکل آئے تو نواب صاحب کے تعاقب کرنے والوں گرگوں کو نواب صاحب کی موٹر اور ہتھیاروں سے آکر ہمارے مظلوموں کو پکڑا اور چاہ حیران کا مشہور خونی واقع وقوع میں آیا۔یعنی ہمارے چوٹی کے دونو جوان میر داد محمد خان ومیر خیر محمد خان ومیر خیر محمد بمعہ والدہ میر در محمد خان شہید ہوئے اور میر نور محمد خان اور میر در محمد خان ومیر علی مراد خان بمعہ باقی مستورات شدید زخمی وقید ہوکر ڈیرہ بگٹی واپس لے جائے گئے اور جو مظلوم اس وقت گنداواہ میں بے آب ودانہ نظر بندی کی زندگی گزار رہے تھے ان کو بھی پکڑ کر سبی جیل میں ڈال دیا گیا۔جب یہ حالت دیکھی گئی تو میں کوئی راستہ نہ دیکھ کر جناب آنریبل فخرِ قوم سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب ایم۔ایل۔اے کے پاس فریادی گیا۔خداوند کریم انہیں

جزائے خیر دے جنہوں نے ازراہِ ہمدردی ہماری دردناک حالت کی طرف اے۔ جی۔ جی کو متوجہ کیا۔جس کے لیے ہمارے بچے تا قیامت ممدوح کے واسطے دعائے خیر کرتے رہیں گے۔ بدقسمتی سے اب یہی حکام بلوچستان ”آزمودہ را آزمودن جہل است“ کے مرتکب ہوئے اور ہمارے بدبختوں کے فیصلے کو پھر نواب صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔اور نواب صاحب نے اس مقدمے کا جو عجیب فیصلہ کیا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے کہ جو مظلوم اپنے بال بچے لینے کے لیے ڈیرہ بگٹی گئے تھے ان کو ڈیرہ بگٹی پر حملہ آوری کے الزام میں 14،14 سال جیل مقرر کیا گیا اور باقی ہمارے مظلوموں کے سب کے سب بالغ آدمیوں کو بھی سازش میں شریک بتلا کر 14،14 سال جیل اور اس سازش میں اپنے فرزند میر عبدارحمان خان کو جو اس وقت نوشکی میں تحصیلدار تھے شریک بتلا کر اس پر بھی چودہ سال جیل مقرر کیا اور عجب تو یہ کہ ہم میں سے میر فیض محمد خان جو اب تک سبی جیل سے رہا ہی نہیں ہوئے تھے اس کو بھی اس سازش میں شریک بتلا کر چودہ سال جیل کا مستحق ٹھہرایا۔اور اس طرح گورنمنٹ کے انتظام پر بھی حملہ کیا اور یہ دکھایا کہ ایک آدمی سرکاری جیل میں رہ کر بھی سازش میں شریک ہوسکتا ہے اور پچاس ہزار روپیہ جرمانہ بھی رکھا۔ یہ فیصلہ ایک عجیب وغریب فیصلہ ہے ۔سارے فیصلے کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کرتے ۔آنریبل اے۔ جی۔ جی۔ بلوچستان اس فیصلے کے متعلق درخواست نگرانی پر اپنی رائے یوں ظاہر کر کے فیصلہ کرتے ہیں:

The political agent Sibi, naturally declined to accept or give effect to this preposterous award, which exonerated the assailants and convicted the vitims of the affray at CHAH-I-HAIRAN.

گویا اس ریمارک میں ہمارے مظلوموں کو آنریبل ایجنٹ گورنر جنرل نے victim اور نواب صاحب کی پارٹی کو assailants لکھا اور اس سارے فیصلے میں ہم بدبختوں کو unfortunate اور victim ہی لکھا۔

نواب صاحب کے ظالمانہ فیصلوں میں یہ سب سے پہلا فیصلہ ہے جو نا منظور کیا گیا۔

جس کے لیے عالی جناب آر۔اے۔ایل۔ ونگیٹ کی انصاف پسندی کے نہ صرف ہم بدبخت ممنون ہیں بلکہ آل و اولاد ممدوح کے بخت و اقبال کے دعا گو رہیں گے۔اس فیصلے کی نامنظوری کے بعد عالی جناب میجر بیتھم صاحب بہادر کو تحقیقات کے لیے جیکب آباد میں مقرر کیا گیا۔اور جناب نواب صاحب نے تحقیقات کی تاب نہ لا کر (جیسا کہ ہر ایک نواب اور والیِ ریاست تاب نہیں لا سکتا) شوخ چشمانہ راہِ فرار اختیار کی اور ممدوح کے فرار کے متعلق اخبار الحنیف جیکب آباد میں بعنوان: ”نواب بگٹی کی فراری“: ایک عجیب شذرہ شائع ہوا۔ خیال تھا کہ اس بیباکانہ فرار کے بعد نواب صاحب نے اپنے غیر معمولی گناہوں کے بارے میں ناقابلِ برداشت بوجھ کا اضافہ کیا اور اب موقع آ گیا کہ وہ اپنے مظالم کا ایک ایک کر کے خمیازہ بھگتے مگر نہیں ایسا نہیں ہوا۔ان کو آرام سے دوبارہ کوئٹہ منگوایا گیا اور دوبارہ ہم بدبختوں کا فیصلہ نواب صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ جب کبھی ہمارا فیصلہ نواب صاحب کے سپرد ہوا ہے تو ہم نے اعتراض واحتجاج سے آسمانِ بلوچستان سر پر اٹھایا۔اور اس موقع پر بھی ہمارے احتجاجات سے ایوانِ حکومت دہل گئی اور آسمانِ بلوچستان گونج اٹھی مگر ہمیشہ کے مطابق کسی کو احساس نہیں ہوا اور اس موقع پر بھی کسی نے نہیں سنا۔

اب کے جرگے نے ہمارے ساتھ بڑا انصاف کیا کہ ہم کو ڈیرہ بگٹی پر حملہ آوری کا ملزم نہیں گردانا اور ہم بدبختوں کو 14،14 سال قید کی سزا نہیں سنائی اور نہ ہی پچاس ہزار روپیہ جرمانہ رکھا۔ البتہ ہمارے قاتلوں کو بھی چھوڑ دیا اور ہمارے مقتول شہیدوں کا خون بہا بھی مبلغ 420 روپیہ فی کس مقرر کر دیا جو کہ کوئٹہ میں کتوں کی قیمت سے بھی کم ہے۔اس پر بحضور جناب لاٹ صاحب بہادر درخواست نگرانی دی گئی جو کہ حضور ممدوح نے منظور فرما کر ہم بدبختوں کے قاتلوں میں سے آٹھ نفر کو سات سات برس قید کی سزا دی۔ یہ سب سے پہلا فیصلہ ہے جس میں ہمارے ساتھ انصاف کی کوشش کی گئی۔جس کے لیے ہم عالی جناب کرنل بریٹ صاحب بہادر کے ممنون ہیں۔لیکن حقیقی انصاف کے معاملے میں پھر بھی اس فیصلے میں حسبِ ذیل تین چیزوں کی کمی ہے۔

الف۔ ہمارے مقتولین کے خون بہا کے متعلق رائے جرگے کو نہیں چھیڑا گیا۔

ب۔ ہمارے قاتلوں میں سے نواب صاحب کے ایک منظورِ نظر مونہا ولد شاہ علی کو

پولیٹکل ایجنٹ نے چھوڑ دیا تھا، اُس فیصلہ میں بھی اس کو چھوڑ دیا گیا۔

ج۔ ہماری ابتداہی سے یہی چیخ وپکار رہی ہے کہ ہمارے آدمی نواب صاحب کے حکم سے مارے گئے۔ ہمارے مظلوم جب اپنا عیال واطفال لارہے تھے تو ان کا تعاقب کرنے والے نواب صاحب کے ملازم تھے، نواب صاحب کے موٹر پر سوار تھے، نواب صاحب کے ہتھیاروں سے مسلح تھے، اور نواب صاحب کے حکم سے انہوں نے ایسا کیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ نواب صاحب کے حکم کے بغیر پانچ سات ملازموں کو کسی کے خونِ ناحق کی جرات ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اور یہ باتیں سب شہادت سے ثابت ہیں اور ہم نے درخواست نگرانی میں بھی بحضور لاٹ صاحب بہادر عرض کی تھیں۔ مگر اس امر پر حضور ممدوح نے کوئی بحث نہیں فرمایا جو کہ قانوناً فیصلے میں ایک سقم ہے۔ اگر حضور ممدوح نواب صاحب کو بے گناہ خیال فرماتے تھے تب بھی ہماری انہی باتوں کا جواب اپنے فیصلے میں دیتے۔ مگر کم ازکم ایسا بھی نہیں ہوا۔ اس پر مزید ایک مکمل اپیل یا نگرانی کا ارادہ کیا اور نقول کے واسطے متعدد درخواستیں بحضور حکام پیش کیں مگر مطلوبہ نقول اب تک نہیں ملیں۔ آج ایک اور درخواست حکام کی خدمت میں بھجوا رہے ہیں۔ دیدہ باید امید نہیں کہ نقول ملیں۔

اس کشت وخون کے بعد حکام نے ہمارے عیال واطفال کو بھی بمصداق ''آنچہ دانا کند کند ناداں، لیک بعداز خرابیِ بسیار'' ہمارے عیال واطفال کو بھی نواب صاحب کے پنجۂ ظلم سے چھڑا کر ہمارے حوالے کر دیا۔ مگر واضح رہے کہ ہمارے انہی عیال واطفال کی زندگی ہمارے جائیداد کوہ وسندھ پر منحصر تھی جو کہ 1925 سے نواب صاحب کے قبضۂ غاصبانہ میں ہیں۔ اس بارے میں بھی بہت سی درخواستیں حکام کی خدمت میں گزارش کی گئی ہیں مگر آج کل پرسوں کے گرداب سے حکام نکلنا نہیں چاہتے۔ ہم اور ہمارے معصوم بچے بھوکوں مر رہے ہیں۔ حکام کو اس بات کا تجربہ ہوگیا کہ جب ہمارے عیال واطفال نواب صاحب کے قبضے میں تھے اور متواتر دوسال تک ان کے حصول کے لیے حکام کی خدمت میں درخواستیں پیش کیں مگر حکام نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔ بلکہ اخیر میں ہم کو جواب دے دیا کہ کچھ نہیں ہوسکتا تو حکام کے اس غفلت کا نتیجہ کشت وخون کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس تجربہ کے بعد بھی حکام نے اب ہماری جائیداد کی واپسی کے جائز مطالبہ کو پس پشت ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ کیا ہم حکامِ وقت سے پوچھ سکتے ہیں کہ وہ دوبارہ اس قسم کا کوئی ہنگامہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ جائیدادوں کے بغیر تو ہمارا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ ہم کو کہا گیا کہ عالی جناب لاٹ صاحب بہادر کے دورۂ ڈیرہ بگٹی کے موقع پر یہ سب باتیں حسب انصاف فیصل ہو جائیں گی۔ حضورِ ممدوح کے ڈیرہ بگٹی جانے کے قبل ہم سب بدبختوں نے فرداً فرداً ومشترکہ درخواستیں پیش کر کے خواہش کی تھی کہ ہم کو بھی اس موقع پر اپنے ساتھ لے جایا جاوے۔ تاکہ ہم اپنی جائدادیں وہاں موقعے پر ملاحظہ کراسکیں اور دوسرے مظلوموں کو بھی پیش بحضور کرسکیں مگر تسلی آمیز جواب ملا کہ تم ساتھ تو نہیں آسکتے مگر انصاف ملے گا فکر مت کرو۔ معلوم نہیں کہ بوقت دورہ کیا ہوا، البتہ اتنا ہوا کہ ہمارا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ہماری جائدادیں بدستور نواب صاحب کے قبضۂ غاصبانہ میں ہیں۔ عالی جناب اے۔ جی۔ جی صاحب بہادر کے ماتحت سٹاف نے ڈیرہ بگٹی سے واپسی پر نواب صاحب کے حسنِ انتظام کے گن گانے شروع کیے۔ ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ نواب صاحب کا انتظام اچھا ہے۔ بلاشبہ اُس نے ساری قوم کی دولت لوٹ کر اپنے ایک گھر میں جمع کر رکھی ہے اور وہ مہمانوں کی اچھی سے اچھی خدمت کرسکتا ہے اور مہمانوں کو قیمتی خلعتیں دے کر ان سے کسی نہ کسی طرح اپنی تعریف کرا سکتا ہے مگر از برائے خدا یہ دیکھا جاوے کہ اُس کے حسنِ انتظام سے اس کو ہماری جائیدادوں کے کھانے کا حق کہاں سے پہونچا ہے۔

ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ڈیرہ بگٹی کے دورہ سے واپس آکر جناب لاٹ صاحب بہادر نے ہمارے ہر ایک درخواست پر to,PA Sibi فارڈ سپوزل لکھنے شروع کر دیا اور پولیٹیکل ایجنٹ نے ہر ایک درخواست کو فائل کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہم نے بارہا بحضور لاڈ صاحب بہادر یہ عرض کر دیا ہے کہ جناب پولیٹیکل صاحب بہادر نواب صاحب کے پرانے دوست ہیں۔ ان سے ہم کو کسی انصاف کی توقع نہیں ہوسکتی۔ اس پر بھی ہماری درخواست کو پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس فارڈ سپوزل کرنا ہمارے سمجھ سے بالاتر ہے۔

حکام کے اس اعراض وچشم پوشی سے ہمارے جذبات پر اوس پڑ جاتی ہے اور ہم بے کس ومظلوم اپنی دادرسی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ مگر خداوند عالم وعالمیان کی بھی عجیب ہی کارسازیاں

ہیں کہ نواب صاحب کی طبیعت میں ظلم کرنے کا ایک جنون بھر دیا ہے۔ جہاں وہ پہلے فریادیوں سے کچھ چھٹکارا پاتے ہیں وہاں دوبارہ ظلم شروع کردیتے ہیں۔اور ہم نواب صاحب بہادر کے مشکور ہیں کہ وہ تازہ بہ تازہ نوع بہ نوع اپنے ظالم ہونے اور ہماری مظلومیت کے ثبوت مہیا کرتے رہتے ہیں۔ پھر ہم مظلوموں اور فریادیوں کی تعداد میں اضافہ کردیتے ہیں۔الہم زد فزد۔

سب سے پہلے اور ہم پہلے بدبختوں کے بعد اپنے خاندان میں سے حاجی میر جاڑو خان وسردار میر میران خان کو گھر سے نکال دیا۔ حاجی جاڑو خان نواب صاحب کا چچا اور میرا بھی چچا ہے اور حاجی جاڑو خان صاحب وہ شخص ہے جو کہ میرے والد صاحب اور ان کے باقی عزیز سات سال سے نواب صاحب کے پنجۂ ظلم میں گوناگوں مصیبتوں میں مبتلا تھے مگر انہوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے نواب صاحب کی خدمت گذاری کرنے کو مناسب سمجھا۔ مگر اس خدمت سے بھی اخیر میں کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا گیا اور سات سال کی تنخواہ بھی ان کو نہیں دی گئی۔اور جب حاجی جاڑو خان نے اپنا عیال طلب کیا تو نواب صاحب نے پھر وہی لیت ولعل اختیار کی۔ مگر اس دفعہ لیت ولعل نہیں چلی لہذا اہل عیال کو روانہ کرنے سے قبل ایک آدمی کو شہ دے کر جاڑو خان کے پسر محمد بخش پر سیاہ کاری کا الزام لگایا اور اس پر آدمی کی عورت کو بہ الزام سیاہ کاری قتل کروایا اور اُس آدمی کی عورت کا خون بہا مبلغ پانچ سو بیس روپیہ مقرر کیا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ہمارے شہزادہ نوجوانوں کا خون بہا جو نواب صاحب نے قتل کرائے مبلغ 420 روپیہ فی کس مقرر ہوا اور اُس کی عورت کی قیمت ہم سے پانچ سو بیس روپیہ وصول ہو رہا ہے اور برادرم محمد بخش ولد حاجی جاڑو خان عرصہ ایک سال سے اس جرمانہ کی وصولی کے لیے جیل میں ہے۔ یعنی ابھی مبلغ پانچ سو بیس روپیہ بھی ہم سے وصول ہوگا اور ایک سال جیل بھی بھگت لیا۔اس انصاف پر جتنا بھی ہم مظلوم ماتم کریں کم ہیں۔

سردار میر میراں خان وہ سادہ لوح اور فرشتہ خصلت سردار ہیں کہ اپنے گھر اور مسجد شریف کے بغیر کسی جگہ نہیں جاتے۔ نواب صاحب کے خسر اور داماد بھی ہیں اور ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ معمر بھی ہیں۔ لیکن یہ ہماری مظلومیت کی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ایسا پاک باز، نزدیکی رشتہ دار اور معمر انسان بھی نواب صاحب کے جنونِ ظلم سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ اور ابھی کوئٹہ میں بے یارومددگار پڑے ہوئے ہیں۔ اور ابھی تک انصاف سے محروم ہیں۔ اور روانگی کے وقت میر میران خان کی بیوی (جو نواب صاحب کی خواہر محترمہ ہے) بھی چھین لی گئی اور مستقبل قریب میں ان کے ملنے کی کوئی امید بھی نہیں ہے۔

ہمارے سارے سرداری خیل کے خاندان میں باقی میر بخش علی خان بمعہ پسران خود و میر عرض محمد خان و میر احمد خان بمع پسرانِ خود و برادرزادگان خود ظاہری فریاد کرنے سے دور تھے مگر جناب لاٹ صاحب بہادر کے دورہ ڈیرہ بگٹی کے وقت انہی سارے حضرات نے بھی بحضور ممدوح اپنی فریاد پیش کی۔ یہ ہماری مظلومیت کا درخشاں ثبوت ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر اب اپنی قوم سے پانچ سو آدمیوں کو بہ زیر سر کردگی وڈیرہ تنگئی خان اپنے ملک سے بھگا کر سندھ میں نکال دیا ہے۔ اور وہ غریب پیاپے ظلم سے مجبور ہو کر ہجرت کر کے سندھ میں آگئے ہیں۔ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پانچ چھ ہزار مزید بگٹیوں میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہاں رہ کر نواب صاحب کے مظالم کا مقابلہ کریں گے یا وہ بھی ہجرت کر کے سندھ میں آویں گے۔ تنگئی خان نے سندھ میں پہنچ کر جو درخواست بحضور حکام بلوچستان بھجوائی ہے ہم نے کوشش کر کے اس کا نقل تنگئی خان سے حاصل کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

بحضور جناب والا شان ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر

فرمان فرمائے بلوچستان۔ دام اقبالہٗ۔

جناب عالی۔ گزارش ہے کہ ہمارے نواب صاحب بگٹی کے ظلم وستم کے سچے سچے قصہ کہانیاں اتنے مشہور ہو چکے ہیں کہ ان کا دہرانا فضول ہے۔ یہ بگٹی قوم کی بد قسمتی ہے کہ ہمارا ستمند ظلم وستم میں نہ صرف موجودہ زمانہ کے لحاظ سے یکتائے روزگار ہے بلکہ تواریخ میں بھی ممدوح کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم بدبخت بگٹی قوم در بدر خاک بسر ہو کر نان شبینہ کے لیے محتاج ہوگئے ہیں۔ یہاں تک تو خیر تھی مگر ہم لوگوں کا ننگ وناموس بھی نواب صاحب کی دراز دستیوں سے محفوظ نہ رہ سکا اور مزید غضب یہ ہے کہ ممدوح کا اپنا کریکٹر بھی ہمسایہ اقوام میں ہمارے لیے باعث

بے عزتی اور سبکی اور شرمساری ہے۔

الغرض کہ نواب صاحب کے جور وستم سے بگٹی قوم میں ان کے آٹھ دس پروردگان نعمت کے بغیر کوئی بچا ہوا نہیں۔ اندریں حالات جب ہم نے زمانہ ماضی قریب میں مظلوموں کی دادرسی کے لیے حضور والا کا ڈیرہ بگٹی میں تشریف آوری کا حال سنا تو ہماری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور ہم نے اس نادر ونایاب موقع سے فائدہ حاصل کرنے کے کا عزم بالجزم کرلیا تھا۔ مگر با ایں ہمہ نواب صاحب کے برخلاف فریاد کرکے ان کے انتقام جُو طبیعت کے استبداد کو دعوتِ مبارزت دینے سے قبل ہم نے اپنی سیفٹی کے لیے دو باتوں کا اندازہ لگالینا ضروری سمجھا۔

الف۔ یہ کہ حضور والا جناب نواب صاحب کی فیاضانہ مہمان نوازیوں سے کہاں تک متاثر ہوتے ہیں۔

ب۔ یہ کہ حضور والا مظلوم دستکش کیازئی اور سیدانی کی کیا دادرسی فرماتے ہیں۔

سب سے پہلے حضور والا نے آتے ہی عدالتی مساوات کا ڈھنڈورا پٹوایا اور نواب صاحب کی مہمانی لینے سے قطعی انکار کیا۔

حضور والا کی اس کاروائی سے ہم مظلوموں کی باچھیں کھل گئی۔ مگر لوپ تشریف لے جا کر واپس آنے کے بعد نواب صاحب کی مہمانی لینے سے حضور والا کا انکار مبدل بہ اقرار ہوگئی۔ اور کیازئی وسیدانی کی دادرسی کی بجائے ان کو گرفتار کرکے سبی بھیج دیا تو ہم بدبختوں نے آہِ سرد بھر کر یہ کہا کہ ''اے بسا آرزو کہ خاک شد''۔ اور اپنی فریاد پیش بحضور کرنے کے خیال کو بادل ناخواستہ چھوڑ دیا۔

اس کے بعد جن بدبختوں نے حضورِ والا کی خدمت میں اپنی فریاد پیش کی ان کا جو حشر ہوا ہے ان کو دیکھتے ہوئے ہم شکر کرتے ہیں کہ ہم نے حضورِ انور کی خدمت میں اپنی فریاد پیش کرنے کی غلطی نہیں کی۔

غلاموں نے حضورِ انور کی خدمت میں آزادی کے لیے فریاد کی اور حضور والا نے ان کو آزادی کے پروانے عطا کیے۔ مگر انہی پروانوں پر لکھی ہوئی سیاہی اب تک خشک نہیں ہوئی تھی کہ ان کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی گئی۔ اور غلاموں کے سرغنوں کو حضورِ والا کے ای۔اے۔سی کے روبرو پا بجولان جہنمی جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ یعنی حضور والا کے انصاف کو خود حضور والا کے ای اے سی نے کاندھے پر اٹھا کر ڈیرہ بگٹی میں ہی اپنے ہاتھوں سے دفن کردیا۔ اِنَّ لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ راجِعون۔

باقی ماندہ راہیجہ بگٹیوں فریادیوں سے چھیڑ خانی شروع کردی گئی۔ اگر یہ لیل ونہار ہیں تو جن ہندوؤں نے اپنی فریاد حضور کے پیش کی ہیں ان کی بھی خیر نہیں۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ نواب صاحب کے خلاف جن لوگوں نے فریاد پیش کی ان کے عبرتناک حشر کو دیکھتے ہوئے ہم شکر کرتے ہیں کہ ہم نے ممدوح کے خلاف فریاد پیش نہیں کی اور اب بھی ہم اپنے صبر وشکر پر قائم رہتے واپنی خاموشی کو برقرار رکھتے، اگر ہمارے اوپر مزید سختیاں شروع نہ ہوتیں۔ حضور والا کی واپسی کے بعد نواب صاحب نے اپنے سارے علاقے میں بابنگ دھل اعلان کردیا کہ انہوں نے خود حضور اور حضور والا کے ماتحت سٹاف کو قطعی مسخر کرلیا ہے اور اپنے اس دعویٰ کی تائید کے لیے ملک میں گذشتہ سختی کا دور پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ شروع کردیا اور نظرِ انتخاب ہم بدبختوں پر پڑی۔ یہ تازہ تابڑتوڑ جب ہم بدبختوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہوئے تو بلوچستان میں اپنی فریاد لاکر پیش کرنا اور کسی انصاف کی توقع رکھنا فضول سمجھ کر کسی جگہ سر چھپانا مناسب خیال کیا۔ اور اس کے لیے سندھ کو موضوع سمجھتے ہوئے ہم دو تین ہزار کے قریب بدبخت انسانوں کا گلہ نواب صاحب کے ظلم وستم سے سر چھپانے کے لیے سندھ میں ہجرت کرآئے ہوئے ہیں۔ اور یہ رپورٹ بغرض دادطلبی نہیں محض بغرض اطلاع یا ابلاغ حضور ہے۔ ہاں اگر نواب صاحب کا یہ پروپیگنڈا کہ اس نے حضور انور کو مسخر کرلیا ہے غلط ہے (خدا کرے کہ غلط ہو) تو پھر ہماری اس رپورٹ کو بغرض دادطلبی سمجھا جائے اور اس صورت میں ہم اپنے تازہ اور سابقہ مظالم کو تفصیل وار عرض کریں گے۔

فقط۔24 مئی 1933

اس درخواست پر وڈیرہ تنگئی خان اور دیگر تیس کے قریب متعدد چاکرانی بگٹیوں کے دستخط ہیں۔

اب ہمیں کیا کرنا چاہیے

حالات مندرجہ بالا ناظرینِ باتمکین پر چندامور مندرجہ ذیل واضح ہو چکے ہیں۔

1۔ہم مظلومان سردارخیل وصاحب عزت ہیں۔

2۔ہماری تعدادتقریباًدوسو کے قریب ہے۔

3۔ہمارے چندنوجوان اور چند معمرافراداور پردہ نشین مستورات بیدردی سے قتل ہو چکے ہیں۔

4۔قریباًدہ سال سے بے خانمان جہنمی جیلوں اور گونا گوں عذابوں سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

5۔ہماری تمام جائیدادنقدی وزیبنات نواب صاحب کے پنجۂ غاصبانہ میں ہیں۔

6۔یہ سب کچھ مصیبتیں بغیر کسی جرم کے ہمارے سر پر نازل کی گئی ہیں۔

7۔باوجوداس کے گورنمنٹ عالیہ سے ہماری دادرسی نہیں ہوئی اور نہ ظالم نواب کو کچھ سزا ملی۔

8۔اخیر میں جبراً اپنے وطن مالوف سے نکالے گئے اور اب بمعہ پردہ نشین مستورات کے غریب الوطنی کی حالت میں دربدر پھر رہے ہیں۔

ان حالات کے بعد ہم اہلِ اسلام سے اسلام کی برادری کا ننگ وناموس پیش کر کے پوچھتے ہیں کہ وہ ہمیں بتائیں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ نواب صاحب سے بہت التجا کی مگر وہ نہ سنبھلے۔گورنمنٹ سے دس سال برابر زارزار رو کر عدل وانصاف کے ذریعے پناہ طلب کی لیکن نتیجہ خاک۔اب حالت یہ ہے کہ بدن کے اوپر کپڑا نہیں ہے۔مستورات کے پردے کے لیے محلات تو بجائے خود سر اوڑھنے کے لیے پوری چادر نہیں۔ہمارے چھوٹے بچے جو گہوارۂ نازونعمت میں پرورش پاچکے تھے۔اب سخت زمین پر بے آرامی کی وجہ سے روتے روتے رات کو دن اور دن کو رات کرتے ہیں۔ہمیں تعجب ہے کہ ان بچوں کے آہِ نالہ میں بھی اثر نہیں رہا کہ وہ واحدالقھار ان سے متاثر ہو کر ظالموں کو نتیجۂ ظلم سے مزا نہیں چکھاتا۔

اب موجودہ صورت میں یا تو بھیک مانگ کر شکم پروری کریں لیکن اس کی اجازت شرع شریف ہمیں نہیں دیتی اور پھر ہم اپنے جائیدادوں کے ہوتے ہوئے کیوں ایسا کریں۔لیکن اگر ہم یہ بے غیرتی گوارہ بھی کریں تو فیاض اور سخی لوگوں نے قبروں کے گوشے آباد کیے ہیں جہاں تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی۔اس دنیا میں باقی کوئی فیاض رہا نہیں ہے جو ہم اتنے آدمیوں کا گزارہ بھیک مانگنے سے ہوسکے۔دوسری صورت یہ ہے کہ ہم مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالیں لیکن اپنے آبائی جائیدادوں پر غیر کا قبضہ دیکھتے ہوئے جب تک اس قبضہ کا فیصلہ نہ کریں ہمارے لیے یہ بھی ناممکن ہے۔لیکن اگر ہم مزدوری کرنے کی صلاح بھی کریں تب بھی ہمارے لیے جو بوجہ سردارخیل ہونے کے کثیر عیال ہیں محض محنت مزدوری سے پیٹ پالنا بہت مشکل ہے۔لیکن اگر مجبور ہو کر کبھی ہمیں مزدوری کی بھی ضرورت پڑے تو ایسے ملک میں جا کر کریں گے جہاں ہم کو کوئی نہ پہچان سکے اور ہمارے دشمنوں کو ہم پر انگشت نمائی کا موقع نہ مل سکے۔

تو کیا پھر ہم عیسائی ہو جائیں تا کہ مسیحی حکومت ہماری دادرسی کے لیے اپنے مذہب کی خاطر آمادہ ہوسکے۔یا شدھ ہو کر گئوسالہ پرستی کو اپنا شعار بنائیں تا کہ مہاتما گاندھی دنیا میں ہمارے لیے اپنی کھوئی ہوئی جگہ کے حاصل کرنے میں ایک برت رکھ کر امداد کرے۔یا قادیانی بنیں تا کہ چوہدری ظفراللہ خان ہمارے لیے لندن وشملہ کو متوجہ کر سکے۔بصورت دیگر اپنے حقوق کا حاصل کرنا محال بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

مسلمانوں سے اپیل

مسلمانو! آنکھیں کھول کر ہماری اوپر کی اپیل کو پڑھ لو اور کان کھول کر سن لو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور پھر نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔ جناب مولانا ظفر علی خان صاحب اپنے حبسیات میں برطانیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نہ ڈر خدا سے اور اس کے عذاب سے،لیکن

نبی کے غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک مسیحی حکومت کو نبی ﷺ کی غصیلی نگاہ سے ڈرایا جاسکتا ہے تو کیا ہم سب سے پہلے خود مولانا ظفر علی خان کو نبی ﷺ کے غصے میں ڈوبی نگاہ سے ڈرانے میں حق بہ جانب نہیں ہیں؟ یقیناً ہیں۔ تو پھر ہم بجاطور پر حضرت مولانا صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے اخبار کے کالموں کو ہم مظلوموں کی حمایت کے لیے وقف فرماویں اور اس کے بعد ہم سارے مسلمانوں کے ممبران اسمبلی، وکونسل، جمعیت احرار پنجاب، جمعیت علما، جمعیت تبلیغ انبالہ، مسلم لیگ، مسلم کانفرنس، اخبارِ زمیندار، سیاست، انقلاب، مدینہ، الجمعیت اور آخر میں پیران عظام، وسجادہ نشیناں کرام سے اپیل کرتے ہیں کہ نبی کے غصے میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے ڈریں اور ہم کو ظالم سے رہائی دلاویں۔ مسلمانو اگر آپ نے بھی ہم سے عدم توجہی برتی تو قیامت کے روز دربار نبی میں ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ زی اثر مسلمانوں کا دامن۔ نبی ﷺ کی غصے میں ڈوبی ہوئی نگاہیں آپ کی غفلت کا جواب طلب کر رہی ہوں گی۔ اور اگر آپ صاحبان نے ہمارے اس اپیل کے بعد بھی ہماری طرف عدم توجہی جاری رکھی تو اس وقت یقیناً آپ کی حالت ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کی ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ ہم ایک ایسے شخص کے وحشیانہ مظالم کا شکار ہو رہے ہیں جو مسلمان کہلاتا ہے (اور بدقسمتی سے ہمارا نزدیکی عزیز ہے) مگر مسلمانوں کی حق گوئی وحق کوشی کی تلوار بیگانوں کے مقابلے میں ان کے لیے زیادہ تیز رہی ہے۔ اور یہ ہی تلوار دشمنوں کے مقابلے میں گھر کے ظالموں کے صفایا کرنے میں زیادہ مصروف کار رہی ہے۔ اس لیے ہم بجاءطور پر متوقع ہیں کہ از برائے خدا فقط ہم کو ظلم سے نجات دلایا جائے۔ اس سے بڑھ کر ہم ظالم کے لیے کسی نقصان کے بھی روادار نہیں ہیں کیونکہ وہ بدبخت بھی ہمارا عزیز ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ خدا اس کو وہ ہدایت نصیب کرے جو بظاہر مشکل ہے کیونکہ فرمان خداوندی ہے کہ: واللہ لا یھدی القوم الظالمین:

میں ہوں ستم وظلم رسیدہ

خاوند بخش ولد سردار نظر خان عمزادہ نواب بگٹی